مقصدِ پیغامِ کربلا

سید حمید الحسن زیدی

واقعہ کربلا اپنی انفرادیت ،آفاقیت، اثر اندازی اور کردار سازی میں بے مثل و نظیر ہے۔
تاریخ انسانی میں ہزاروں واقعات رونما ہوئے ہزاروں قربانیاں دی گئیں اور ہزاروں خون بہائے گئے لیکن کسی واقعہ کسی قربانی یا کسی خون نے ایسا اثر نہیں دکھایا جیسا اثر واقعہ کربلا نے چھوڑا ہے۔ واقعہ

کربلا ہر دردمند دل کی آواز ہے ہر غم زدہ اور مصیبت کے مارے انسان کے لئے تسلی کا سامان ہے اس پورے واقعہ کی تجزیاتی حقیقت کو مختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک طرف پیاس، غربت، بیکسی، بے یاری و مددگاری لیکن صبر واستقامت، بردباری، ہمت، دلیری، بہادری، عبادت گزاری، عزم وحوصلہ، جوش و جذبہ، بندگان خدا کے حقوق کی رعایت اقربا سے محبت اور ان کے ساتھ حسن سلوک اصحاب کے جذبہ وفاداری کی قدردانی مہمان نوازی کی اعلیٰ ترین مثال غرض کہ ہر انسان میں کمال کی اعلیٰ ترین مثال موجوداور کسی بھی بڑی سے بڑی مصیبت کے مقابلے میں کسی انسانی کمال کے سلسلے میں ذرہ برابر سمجھوتا نہیں ہے۔

دوسری طرف سیرابی، آوارگی، عیش و نوش، اور اس کے ساتھ ساتھ خدا سے بے خبری غیر خدا کے تئیں عجز و انکساری ،خود غرضی، مکاری ،عیاری، چاپلوسی، اقتدار کی بھوک، بے وفائی، بے دینی، بے لگامی، بدحواسی، بدکرداری غرض کہ ہر وہ خرابی جس پر انسانیت شرمسار ہو ایسے دو مخالف گروہوں کے درمیان ٹکراؤ فطری ہے

کربلا کا مقصد دین اسلام کی حفاظت

یہاں پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کربلا میں ہونے والے حق وباطل کے اس ٹکراؤ کا کوئی مقصد ہے؟ یا یہ محض ایک اتفاقی حادثہ ہے؟

کربلا کے واقعہ اور اس کے پس منظر پر نگاہ ڈالنے کے بعد یہ اندازہ با آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ اتفاقی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دونوں طرف سے باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی حق کے نمائندے امام حسینؑ، آدمؑ سے لیکر تمام انبیاء اور اپنے بزرگ ائمہ معصومینؑ کی وراثت میں دین خدا کے محافظ ہادی، رہنما اور امام معصوم تھے جن کا منصوبہ دین الٰہی کو ہر ممکنہ گزند سے [illegible]ط رکھ کر اس الٰہی امانت کو اس کی اصلی شکل میں پوری عالم انسانیت تک پہنچانا تھا لیکن شیطانی نمائندہ یزید بظاہر انسانی شکل میں شیطانی مقصد کے لئے اس دین کو ختم کرنا یا کم سے کم اس کی شکل کو بگاڑ نا چاہتا تھا تا کہ صحیح خدائی پیغام دنیا تک نہ پہنچ سکے۔

آدمؑ سے لیکر پیغمبر اسلام □ اور پھر پیغمبر اسلام □ سے لے کر باقی تمام ائمہ معصومینؑ کا بنیادی مقصد انسانی سماج کو دین الٰہی کا پابند بنانا تھا لیکن شیطان نے روز اول ہی سے فیصلہ کر لیا

تھا کہ نسل انسانی کو خدائی دین سے دور رکھ کر خدائی نعمتوں سے بہرہ مند نہیں ہونے دے گا اور حتیٰ الامکان اسے جنت کی پر کیف وادی کی سیر نہیں کرنے دے گا، لہٰذا اس نے پورا زور لگا کر انسانی شکل میں اپنا سراپا یزید کی صورت میں مجسم کر دیا اس کو پورا یقین تھا کہ اگر یزید اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا تو پھر پوری نسل انسانی میں صحیح دین الٰہی کا ماننے والا اور اس کی پابندی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس طرح ہمارا دیرینہ مقصد پورا ہو جائے گا اور آدمؑ کے سامنے اپنی رسوائی کا انتقام بھی ہو جائے گا۔

شیطان نے اس منصوبہ میں پوری نسل انسانی کے خبیثوں کی تاریخ کا جائزہ لے کر حتی الامکان تمام ممکنہ خباثتیں یزید منحوس کے ناپاک سراپا میں بھر دی تھیں گویا برائیاں پوری تمکنت کے ساتھ کمالات کے مقابلے میں ڈٹی ہوئی تھیں۔

کمال کے خاتمہ کے نتیجہ میں برائیوں کا بلا مقابلہ رواج یقینی تھا لیکن الٰہی نمائندہ نے اپنے تمام گذشتہ ہادیان دین و مذہب کے تمام مجموعی کمالات کا پیکر بن کر برائیوں کو ایسی شکست دی کہ شیطان کہیں منھ دکھانے کے لائق نہ رہ سکے یزیدیت کی شکل میں آنے والا شیطان حق کے نمائندہ سے ٹکرا کر اتنا ذلیل ہوا کہ اپنے اصلی وجود سے زیادہ اپنے انسانی وجود میں بدنام ہوگیا آج لفظ شیطان سے زیادہ لفظ یزید بدنام، ذلیل اور رسوا ہے۔

فرزند رسول نے واقعہ کربلا میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی قربانی پیش کر کے نسل انسانی پر وہ احسان کیا جس کا تصور بھی ناممکن تھا پورا سلسلۂ ہدایت انسانی نسل کو جس طرح دین خدا اور پیغام الٰہی سے روشناس کرانا چاہتا تھا کربلا کے بعد اس کے لئے راستہ ہموار ہوگیا تاریخ میں اس سے پہلے بھی اس مقصد کے لئے قربانیاں دی گئیں تھیں لیکن نہ اتنے وسیع پیمانے پر دین الٰہی کی دشمنی سامنے آئی تھی اور نہ اتنی عظیم اور جامع قربانی دی گئی تھی جس کے اثرات قیامت تک باقی رہیں۔ کربلا میں ہر سن و سال کی قربانی کا مقصد بھی شاید یہی تھا کہ کربلا کا پیغام اور اس کے اثر سے خدائی دین و مذہب کی پابندی ہر سن وسال کے شخص میں پائی جائے اور کوئی شخص کسی بھی عمر میں عمر کی کمی یا زیادتی کا بہانہ کر کے کربلا کے پیغام دینداری سے ذرہ برابر غفلت نہ برت سکے۔

کربلا ایک تسلسل ہے

کربلا ظلم کے خلاف جہاد ،بے دینی کے خلاف جنگ ،خدا سے غفلت کے خلاف لڑائی، غرض کہ ہر برائی کے خلاف ایک پیکار مسلسل ہے اور یہ تسلسل آج تقریباً چودہ سو سال سے اسی ذکر کربلا کے ذریعہ قائم ہے۔

کربلا جس طرح برائیوں کے خلاف ایک مسلسل جہاد ہے اسی طرح نیکیوں کے انتخاب کے لئے بھی ایک مسلسل مہم ،یزید اور یزیدی برائیوں کے خلاف امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی جنگ جہاں یزیدیت سے نفرت اور بیزاری کا مطالبہ کرتی ہے وہیں حسینی کردار کو اپنانے کا درس عمل بھی دیتی ہے۔

جس طرح واقعہ کربلا نے اسلام اور اس کے پیغام کو ایک نئی حیات بخشی ہے اسی طرح کربلا کے ذکر اور اس کی یاد کو بھی اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں دخل انداز ہونا چاہئے۔یعنی ذکر کربلا کے ساتھ ا سلامی احکام وقوانین اور انسانی اقدار کو عملی طور پر نئی زندگی ملنی چاہئے جس طرح کربلا والوں کی زندگی اور ان کے جملہ اعمال وکردار اسلامی زندگی کی جیتی جاگتی تصویر تھے اسی طرح کربلا کی یادمنانے والوں کی بھی کوشش ہونی چاہئے کہ یادمناتے وقت کربلا کے کرداروں کی طرح اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کریں۔

کربلا کے میدان پر فرزند رسول ؐ نے صدائے استغاثہ بلند کر کے نصرت اسلام کیلئے ہر باشعور دیندار انسان کو دعوت عمل دی تھی آج تقریباً چودہ صدیوں سے ساری دنیا کے عاشقان حسینؑ اس صدائے استغاثہ پر لبیک کہنے کے لئے بے تاب ہیں یہی وجہ ہے کہ یوں تو سال بھر،لیکن خاص طور پر محرم کے ایام میں امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی قربانی اور مظلومیت پر آنسو بہائے جاتے ہیں عاشقان حسینی کے یہ آنسو جہاں کربلا والوں کی مظلومیت پر بہتے ہیں وہیں اس مصیبت کی گھڑی میں آپ کی نصرت نہ کر پانے کی حسرت میں بھی۔

اکثر اوقات یہ حسرت ان کی زبان پر بھی آجاتی ہے ۔''**فَیالَیتَنی کُنتُ مَعَکُم فَافُوزمَعکم**''۱؎ ''کاش! آپ کے ساتھ ہوتے تو ہم بھی کامیابی حاصل کرتے ،یہ حسرت بھرے الفاظ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہمارے دل میں کربلا کے اس عظیم کردار سے ہماہنگی پائی جاتی ہے جس نے اسلامی تعلیمات کو زندگی عطا کرنے کے لئے ہر بڑی سے بڑی مصیبت اٹھائی''۔

ہمارے یہ الفاظ انشاء اللہ بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل کر لیں گے اور ہمارا حشر کربلا

والوں کے ساتھ ہوگا لیکن یہ الفاظ ہمیں اس بات کی دعوت بھی دیتے ہیں کہ ہم سوچیں کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا کردار کیا تھا اور الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کردار کو اپنانے کی عملی کوشش بھی کریں سردست کربلا کے بعض ایسے اہم پیغامات پر توجہ دینا ہے جن پر عمل تحفظ اسلام کی ضمانت قرار پاسکتا ہے۔

تحفظ اسلام کے لئے کردار میں ہماہنگی کی کوشش ضروری ہے

امام حسینؑ امام معصوم اور جملہ فضائل وکمالات انسانی کا مجموعہ تھے تو آپ کے گرد اکٹھا ہونے والے آپ کے منتخب اصحاب و انصار بھی اس آفتاب فضائل وکمالات سے روشنی حاصل کرتے ہوئے چاند اور ستارے تھے جنہوں نے نور امامت سے اس طرح کسب فیض کیا تھا کہ ہرایک اپنے وجود میں امام حسینؑ کی تصویر نظر آرہا تھا۔ ان پاکیزہ افراد نے صرف زبانی دعوائے نصرت نہیں کیا بلکہ عملی اقدامات میں سرکار سیدالشہداءؑ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور اس کیلئے کردار حسینی میں ڈھل جانا ضروری سمجھا۔

یہ حسینی کردار میں ڈھلنا ہی تھا کہ برستے ہوئے تیروں میں اس نماز کو یاد کیا جن کے بارے میں امام حسینؑ کا ارشاد ہے ''اِنّی اَحَبُ الصَّلوٰہ'' ۲ میں نماز سے محبت کرتا ہوں۔

حسینی کردار سے ہماہنگی کی نہ جانے ایسی کتنی مثالیں ہیں جنہیں واقعات کربلا کے ضمن میں تلاش کیا جاسکتا ہے۔

ظلم سے نفرت ،گناہوں سے بیزاری اپنے مالک کے تئیں عجز و انکساری اپنے آقا کی اطاعت اور اس کی رضا کا مکمل پاس و لحاظ ، جرأت، شجاعت ،ہمت ،جواں مردی ،حمایت مذہب پاسبانئ شریعت ،عزت نفس کا خیال ، ذلت سے دوری جیسے کربلا کے نہ جانے کتنے مطالبات جنہیں پورا کرنا کربلا سے وابستہ ہر حسینی کی ذمہ داری ہے ۔لہٰذا اگر کوئی حسینی ہونے کا دعویدار ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ دین خدا کی پابندی کرے۔ کربلا کی ضرورت انسانی نسلوں میں دینداری کو باقی رکھنے کے لئے پیش آئی تھی اور کربلا کو بھی دیندار نسل کی ضرورت تھی چاہے وہ جس سن وسال میں ہو، ۸۶ سال کے بوڑھے مجاہد سے لے کر شش ماہہ علی اصغرؑ تک کربلا میں ہر سورما اپنے اپنے اعتبار سے دین خدا کا پابند تھا بزرگوں کے ساتھ جوانوں اور نوجوانوں یا کمسن بچوں کی قربانیاں رہتی دنیا تک انسانی

نسلوں کو آواز دیتی رہیں گی کہ اگر کربلائی بننا ہے تو دیندار بنو۔

صبح کی اذان کے وقت علی اکبرؑ کی جوانی کا تصور کرو، جان کی بازی لگانا پڑے تو قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ کو یاد کرو۔ ضعیفی اور پیری میں دین خدا پر وقت پڑ جائے تو حبیب ابن مظاہرؑ اور مسلم بن عوسجہؑ بن کر خود کو قربان کرو۔

عروسی کی خوشیوں میں محویت کے وقت بھی اگر خدائی نمائندہ نصرت کے لئے بلائے تو زندگی کی امنگیں چھوڑ کر وہبؑ کی طرح نصرت حق کے لئے تیار رہو۔ نماز جیسی عبادت چھوڑ کر امام وقت کی حفاظت مقصود ہو تو سعیدؑ و زہیرؑ کی طرح تیروں کا نشانہ بن جاؤ۔ مرضی مولا کی پاسبانی کے لئے جذبہ جوش شجاعت کا گلا گھونٹنا پڑ جائے تو عباسؑ ابن علیؑ کی طرح حق وفاداری ادا کرو حق کی حمایت میں راحت و آرام چھوڑ کر زحمت و مشقت کا انتخاب کرنا ہو تو حرؑ کی طرح جرأت فیصلہ پیدا کرو اور آخر کار دین خدا کی حفاظت کے لئے چھ مہینے کے بچے کو گود میں لے کر میدان میں جانا پڑے تو اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کربلا کی یاد میں قربانی کے لئے تیار رہو۔

کردار میں ہماہنگی کی مثالیں

ا۔ ضمیر کی آزادی

خداوندعالم نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور اسے اپنے علاوہ کسی اور کا پابند نہیں بنایا ہے انسانوں کے خالق خدا نے اس کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے جیسی یا اپنے سے پست کسی مخلوق کی غلامی قبول کرے۔ جسمانی طور پر اگر کبھی مخصوص قوانین کے ساتھ انسان دوسرے انسانوں کے غلام ہوئے بھی ہیں تو وہ بھی اسلام کی آزادی پسند حکمت عملی کے نتیجے میں آزاد ہو گئے غرض کہ اسلام نے انسان کی سب سے بڑی اہمیت اس کی آزادی کو قرار دیا ہے، بہت سے احکام کو آزادی کی شرط سے مشروط کیا ہے گویا انسان کے لئے آزادی بہت بڑی دولت ہے البتہ جسمانی آزادی سے بھی بڑی دولت ضمیر کی آزادی ہے۔ ممکن ہے انسان وقتی طور پر حالات سے مجبور ہو کر کسی دوسرے کی غلامی قبول کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کا ضمیر آزاد رہنا چاہئے اور اسے کسی پست کی غلامی پر ہرگز راضی نہیں ہونا چاہئے۔

ضمیر کی آزادی وہ بڑی دولت ہے جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوتی ۔ بہت سے افراد

بظاہر آزاد زندگی بسر کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اپنے کسی فیصلے میں بھی آزادنہیں ہوتے ۔ دنیاوی اعتبار سے بڑے بڑے اقتدار کے مالک جنہیں دوسروں کی زندگی پر تسلط ہوتا ہے خود نہ جانے کتنی چیزوں کے اسیر ہوتے ہیں ایسے افراد کو جسمانی طور پر آزاد کہا جا سکتا ہے لیکن ان کا ضمیر خود ساختہ احکام وقوانین، جھوٹے جاہ جلال اور نہ جانے کتنے سماجی بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے ۔واقعہ کربلا نے جہاں انسان کو اپنی خداداد آزادی کی حفاظت کا درس دیا ہے وہیں ضمیر کی آزادی کا پیغام بھی سنایا ہے غلامی کی ذلت وقتی ہوتی ہے لیکن ضمیر کی غلامی ہمیشہ کی رسوائی کا سامان فراہم کرتی ہے۔

دنیا اور اس کے طاغوتی احکام وقوانین سے انسانی ضمیر کی آزادی حقیقت میں خدا کا حقیقی بندہ بننے کا وسیلہ ہے اور خدا کی واقعی بندگی جہنم سے نجات کا سامان ہے۔ لہٰذا اگر انسان آخرت کی رسوائی سے نجات چاہتا ہے تو ضمیر کی آزادی ضروری ہے جہاں انسان کی ذمہ داری ہے اپنے انسانیت کے تقاضوں کا پاس ولحاظ کرے۔ یزیدلعین نے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کرکے آپ کے اسی آزادی ضمیر کے جذبے کو قید کرنا چاہا تھا لیکن امام حسینؑ نے واضح طور پر اس کا انکار کرکے اس شیطانی سازش کو خاک میں ملا دیا ۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ خدائی نمائندے غیر خدائی طاغوتوں کی غلامی قبول نہیں کر سکتے آپ کا مشہور فقرہ ''مثلی لا یبایع مثلہ'' ۳؎ '' مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔'' جہاں یزید منحوس کی پست حیثیت کی طرف اشارہ ہے وہیں اپنے بلند اور آزاد انسانی ضمیر کی عظمت وسربلندی کا بھی اعلان ہے ۔

امام کا قافلہ جب مدینہ سے چلا تو آزاد ضمیر رکھنے والے تمام افراد اپنے آزاد ضمیر کے مالک امام سے قریب ہونا شروع ہو گئے اور دنیاوی حرص وہوس کے دلدادہ مادی چکا چوندھ میں گرفتار افراد آپ سے الگ ہونے لگے ۔

ایک مختصر جماعت کی شکل میں حسینی قافلہ تیار ہوگیا جس کا طرۂ امتیاز ہی ضمیر کی آزادی تھا امام حسینؑ کے اس قافلے میں چھ مہینے کے بچے سے لے کر ۸۶ سال کا بوڑھا مجاہد بھی موجود تھا۔ جواں مرد سپاہیوں کے علاوہ پردہ نشین خواتین بھی تھیں۔ سن و سال، ضعف وتوانائی جیسے دیگر جسمانی تقاضوں کے اختلاف کے باوجود جو بات سب میں مشترک تھی وہ ضمیر کی آزادی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی طرف سے ایک لمحہ کیلئے بھی کوئی نحیف سے نحیف آواز ایسی نہیں اٹھی جس میں مطالبہ بیعت قبول کر لینے کی بات کہی گئی ہو گویا کربلا کا ہر جانباز ہر منزل میں اپنے ضمیر کی آزادی کی راہ میں ہر

مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس کا ضمیر اپنے آقا سے اتنا ہماہنگ تھا کہ کربلا کا ہر مجاہد اپنے عزم وارادے میں حسین ہی نظر آرہا تھا شہیدوں سے لے کر اسیروں تک ہر شخص سراپا حسینؑ تھا۔

کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفے سے شام تک یزیدیت مختلف حربوں سے حسینیت کے آزاد ضمیر پر حملہ کرتی رہی لیکن ادھر سے بھی اس کا منہ توڑ جواب یزیدیت کی رسوائی کا سامان فراہم کرتا رہا اور آخرکار حسینیت کی آزادی اور آزاد ضمیری کے سامنے یزیدیت کو اسیر ہونا پڑا۔قصر یزید میں حسینیت کی آزادی کا اعلان ہوا اور یزیدیت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قید ہوکر رہ گئی۔

سرکار سید الشہداءؑ نے میدان کربلا میں لشکر یزید کے خود فروختہ سپاہیوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا تھا: ''اِن لَم یکُن لکُم دِین وَ کُنتم لاَ تَخافُون المَعاد فکُونوا اِحرارًافِی دُنیاکم''[۴]۔ ''اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اورتم قیامت سے نہیں ڈرتے ہوتوکم سے کم دنیا میں آزادرہو یعنی اپنی انسانی حیثیت کا خیال رکھو اورضمیر کی آواز پرتوجہ دو۔

سرکار سید الشہداءؑ کا یہ پیغام حقیقت میں ان بے دین سپاہیوں کو راہ راست پر لانے کا آخری وسیلہ تھا کہ اگر ایک لمحے کیلئے بھی وہ اپنی انسانیت اوراس کے نتیجے میں خدادادآزادی کی طرف متوجہ ہو جاتے تو یزید جیسے پست فطرت انسان کی غلامی پر تیار ہوکر فرزند رسولؐ کا خون نہ بہاتے اور اس طرح آخرت کی بڑی رسوائی سے بچ جاتے۔

سپاہ یزید کے رو سیاہ سپاہی غلامی کی جس ذلت ورسوائی تک پہنچ چکے تھے وہاں سے واپسی مشکل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ امام کا فقرہ بھی ان پر اثر انداز نہ ہو سکا لیکن قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دے گیا کہ انسان کے ضمیر کی آزادی اتنی بڑی دولت جو یزید جیسے منحوس حکمراں کی حکومت وقیادت سے رہائی اورفرزند رسول □ کے خون ناحق میں ملوث ہونے سے نجات دلا سکتی ہے خود امام حسینؑ نے حرابن یزید ریاحی کے استقبال کے وقت ان کے''حر'' نام کے معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی ضمیر کی آزادی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اگرتمہارے نام کی طرح تمہاراضمیر آزاد نہ ہوتا تو کبھی بھی لشکر یزید کے زندہ جہنم سے نجات پاکرسردار جوانان جنت کے قدموں میں نہ آسکتے۔ یہ عظیم دولت اسی ضمیر کی آزادی کی دین ہے جس نے جناب حرکو ہمیشہ کی ذلت ورسوائی سے نجات دلاکر انہیں عزت وآبرو کی علامت بنا دیا ہے۔

امام حسینؑ کے سفیر مقصد کربلا کے پہلے شہید جناب مسلم ابن عقیلؑ نے کوفہ میں لشکر ابن زیاد

کے مقابلے میں جو رجز کے اشعار پڑھے ہیں ان میں بھی اپنی اور اپنے ضمیر کی آزادی کی بات کہی ہے''اَقْسَمتُ اَن لاَ اَقتُلَ الاَّ حُراً وَان رَاَیتَ المَوْتَ شَیئا۔۔''۵؎ ''موت اگر چہ تلخ ہے لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد دنیا سے جاؤں گا یعنی ضمیر کی آزادی کی راہ میں موت کو بھی گلے لگا لوں گا۔''اس کے علاوہ جناب مسلمؑ کے فرزند جناب عبد اللہ نے بھی روز عاشورہ کربلا کے میدان جہاد میں انہیں اشعارکو رجز کے طور پر پیش کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک پوری ذہنیت تھی جونسل درنسل ضمیر کی آزادی کا پیغام دے رہی تھی۔کوفہ میں جنگ کی ابتداسے لے کر روز عاشورہ تک اور روز عاشورہ سے لے کر شام سے رہائی تک ہر لمحہ آزادی ضمیر کا پیغام ہے جو دنیا کے تمام کربلائیوں سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں انسان اپنے ضمیر کی آزادی پر آنچ نہ آنے دے۔ ضمیر کی آزادی دنیا وآخرت دونوں میں نجات کا اہم ترین ذریعہ ہے ۔

ضمیر کی آزادی کی راہ میں اگر موت کو بھی گلے لگانا پڑے تو اپنے آقا کے اس پیغام کو سامنے رکھ کر موت کو بھی گلے لگانے کیلئے آمادہ ہوں'' **الموت فی عز خیر من حیاۃ فی ذل**''۶؎ ''عزت کے ساتھ موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔سرکار سیدالشہداء نے مطالبۂ بیعت کوضمیر کی آزادی کا سودا قرار دیتے ہوئے واضح لفظوں میں یہ اعلان کر دیا تھا:**واللہ لااعطیھم بیدی اعطاء الذَلیل وَ لاَ اقرار۔۔** ''۷؎۔خدا کی قسم نہ ان کے ہاتھ میں ذلت کا ہاتھ دوں گا اور نہ ان کے سامنے غلاموں کی طرح جھکوں گا۔''

کربلا کے بعد کربلا سے وابستہ ہر حسینی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے آقا کے اس اعلان کو اپنی زندگی کا اہم مقصد اور دستور قرار دے اور کسی بھی حال میں اس سے سر پیچی کرکے اپنے ضمیر کا سودا نہ کرے تاکہ امام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے جاں نثار غلاموں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سر خرو، سرفراز اور سربلند رہ سکے اور پھر اس کی زبان پر یہ نعرہ حقیقت کا جامہ پہن سکے''**فَیَالَیتَنِی کُنتُ مَعَکُم فَافُوزاًمَعَکم**''اے کاش آپ کے ساتھ ہوتے توعظیم کامیابی حاصل کر لیتے ۔

۲۔ دیندارنسل کی تربیت

جیسا کہ ذکر کیا گیا کربلا کا یہ عظیم واقعہ اور اس میں پیش کی جانے والی ایسی عظیم قربانیاں اتفاقی نہیں ہوسکتی تھیں بلکہ ان کے لئے پاکیزہ نسل ، پاکیزہ کردار، پاکیزہ غذا، پاکیزہ ماحول، پاکیزہ

ذہن اور پاکیزہ آئیڈیل کی ضرورت تھی ۔شاید اسی وجہ سے پیغمبر اسلام مولائے کائناتؑ، صدیقہ طاہرہؑ ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ جیسے پاکیزہ انوار خمسہ نے مل جل کر کربلا کے لئے پاکیزہ نسل کی تربیت کی تھی اس پاکیزہ نسل کے حسن کردار میں اتنی کشش تھی کہ انسانی کمالات کے مالک پاکیزہ آغوشوں کے پروردہ ،چن چن کر اس حسینی قافلہ میں شامل ہو گئے اور اس طرح پاکیزہ نسل نے اپنا فریضہ ادا کر کے ہر نسل کو آواز دی کہ کربلائی ہو تو کربلائی کردار اور کربلائی نسل سے ہماہنگی پیدا کرو وتا کہ اگر کبھی بھی کوئی یزید سر اٹھائے تو کربلائی نسل اس کا منھ توڑ جواب دے کر دوبارہ کربلا کی یاد تازہ کر سکے۔ دنیا حق و باطل میں زور آزمائی کا میدان ہے۔دینداری اور بے دینی میں ہمیشہ جنگ کا ماحول رہتا ہے ہر وقت دین خدا کو حق کی حمایت درکار ہوسکتی ہے اور اس راہ میں قربانیوں کی ضرورت بھی پڑسکتی ہے۔کربلائی کردار ہی ایسے وقت کی ضرورت ہے۔کربلائی ثقافت کی حفاظت اسی لئے ضروری ہے کیونکہ ثقافت کا کردار سازی میں بڑا اثر ہوتا ہے ہماری تمام نسلوں کیلئے کربلائی ثقافت سے آگاہی ،اس کی پابندی ضروری ہے اور اس سلسلے میں ہر شخص ہر لمحہ ذمہ دار ہے کہ اپنی اصلاح اپنے بچوں کی اصلاح ،اپنے سماج کی اصلاح اورسب کو کربلائی ثقافت میں ڈھال کر کربلائی نسلوں کی تربیت کرے یہ ہر شخص کا فریضہ ہے۔

دنیاوی ہوئ و ہوس حلال وحرام سے بے خبری اور بے راہ روی بے دینی کا اتباع انسان کو اس لائق نہیں چھوڑتا کہ وہ ایسے عظیم مقاصد کے لئے قربانی پیش کر سکے اس کیلئے منصوبہ بند تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

شعائر اسلامی کی حفاظت

الف۔حرمت کعبہ کا پاس و لحاظ:

امام حسینؑ نے یزید کی طرف سے مطالبۂ بیعت پر مدینہ چھوڑ کر مکہ آباد کیا،تاکہ مرکز امن الٰہی سے دنیا کے تمام گوشہ و کنار میں آباد مسلمانوں کو دین خدا کی تعلیمات سے روشناس کیا جا سکے لیکن آپ نے یہ محسوس کیا کہ یہاں بھی حاجیوں کے بھیس میں قاتل آ چکے ہیں اور حرمت کعبہ پامال ہونے والی ہے،آپ نے اس مقدس سرزمین کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے مکہ کو ترک کرنے کا ارادہ کیا اور حج کو عمرہ سے بدل کرکوفہ کی جانب نکل پڑے،فرزند کعبہ نے کعبہ چھوڑ کرصحرائے بے آب و گیاہ

میں پیاسا ذبح ہونا گوارہ کر لیا لیکن حرمت کعبہ پر آنچ آ جائے اسے برداشت نہیں کیا،آج بھی ضرورت ہے کہ ہر عزادار جس طرح بھی ممکن ہو شعائر اسلامی کی حفاظت کے لئے ضروری اور مؤثر قدم اٹھائے،اور کسی بھی صورت دشمنان اسلام کو اس بات کی اجازت ہرگز نہ دے کہ وہ کسی جگہ اسلامی شعائر کی بے حرمتی کا ارادہ کر سکیں۔

بیت المقدس سے لیکر جنت البقیع تک اور پھر وہاں سے لیکر پوری دنیا میں پائے جانے والے مقدسات اسلامی کے تئیں اگر ملت اسلامیہ نے ہوشیاری اور بیداری کا ثبوت نہ دیا تو دشمن کی جسارتیں بڑھتی رہیں گی اور قرآن سوزی سے لیکر توہین آمیز فلم کی صورت میں اسلامی شعائر کی بے حرمتی ہوتی رہے گی لیکن اگر آج حسینیت کے نام پر جینے والے حسینی جیالے اپنے حسینی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے شعائر اسلامی کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو یزید منحوس کی سیاہ کرتوت کی طرح آج کے طاغوتی حکمرانوں کے سیاہ کارنامہ بھی تاریخ کا وہ بوسیدہ حصہ بن جائیں گے جن کو سوائے لعنت کی طوق کے اور کچھ نصیب نہ ہو سکے گا۔

ب۔ اخلاق اسلامی کا مظاہرہ

ا۔مہمان نوازی اور کرم

کوفہ جاتے ہوئے راستے میں جب حر کا پیاسا لشکر ملا تو آپ نے اخلاق اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا، چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے ط کیا ہوا پانی حر کے پیاسے لشکر کو پلا دیا، یہاں تک کہ جن میں خود سے پانی پینے کی سکت نہیں تھی انہیں خود سرکار سیدالشہداؑء نے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ ان کی سواریوں کو بھی سیراب کیا گیا،اور اس طرح اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرکے دشمن کے سپہ سالار کا دل جیت لیا،حراسلامی تعلیمات کے اس پیکر کی اخلاقی تعلیمات اور ان کے عملی مظاہرہ سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور عین جنگ کے عالم میں دشمن کو چھوڑکر امام سے ملحق ہو گئے۔

عاشور کے دن حر کی آمد کے موقع پر ایک بار پھر اسلامی اخلاق کا مظاہرہ ہوا۔اور حر کے چھوٹے سے لشکر کا استقبال کرنے کے لیے اپنے بھائی اور بیٹے کو ساتھ لیکر آگے بڑھے اور حر کی معذرت کے جواب میں اسے شرمندگی سے بچانے کے لیے دنیا وآخرت دونوں میں آزادی کا مژدہ سنایا اور حق مہمان نوازی ادا نہ کر سکنے کی بنا پر خود اظہار شرمندگی فرمایا۔

۲۔ قیام کے لیے زمین خریدنا

کربلا پہنچ کر وہاں قیام کے لیے زمین خریدنا بھی اسلامی اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ امام وقت ہونے کے ناطے تمام اسلامی سرزمینوں کے مالک ہونے کے باوجود کربلا پہونچ کر زمین خریدی اور دوسرے کی سرزمین میں ذرہ برابر تصرف کرنا گوارا نہیں کیا، ساتھ ساتھ کربلا کے المناک واقعہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کی بھی خبر دی اور زمیندار گھرانوں سے اپنے دفن کی گذارش کرکے اپنے دشمن کی سفاکی اور بربریت کو بھی برملا کردیا کہ دنیا صرف اسلام اور مسلمانوں کے نام سے دھوکہ نہ کھائی بلکہ دیکھے کہ مسلمان کہے جانے والے افراد فرزند رسولؐ کا خون بہانے کے بعد ان کی لاش تک کو دفنانا روا نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ عمل اسلامی تعلیمات کا عملی اظہار ہونے ساتھ ساتھ اس بات کا اعلان تھا کہ دین اسلام کی حفاظت کے لیے صرف نام کی نہیں محتویٰ کی حفاظت ضروری ہے۔ کربلا میں دنیا دونوں طرح کے اسلام کے نمونے دیکھ سکتی ہے جہاں ایک طرف اسلام کے نام پر کفرونفاق کو واپس لانے کی تمام ممکنہ کوششیں اور تدبیریں ہو رہی تھیں چاہے اسکے لیے مظلوم بیگناہ نبی کے نواسے کا خون ہی کیوں نہ بہانا پڑے دوسری طرف روح اسلام کی حفاظت مقصود تھی چاہے اسکے لیے اپنی اور اپنے اہل خاندان یہاں تک کہ چھ مہینے کے کمسن کی قربانی ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے۔

۳۔ نماز کی پابندی

نماز اسلام کا اہم ترین پیغام ہے جسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے ۔اسکے بارے میں ارشاد ہے: ''اَلصَّلاۃُ عَمُودُ الدِّین'' ۸؎۔'' نماز دین کا ستون ہے۔'' ظاہر ہے ستون پرہی کسی عمارت کا دار ومدار ہوتا ہے اگر ستون جس پر عمارت کو قائم ہونا ہے نہ پایا جائے تو عمارت کا تصور ہی نہیں پیدا ہوتا لہٰذا نماز کے بغیر اپنے کو دیندار سمجھنا خام خیالی ہے اور دین کے بغیر اپنے کو دین پر قربان ہونے والے آقا کا عزادار سمجھنا مذاق ہے۔

دین اسلام کی باعظمت کتاب جسے انسانی نجات کے لئے اہل بیتؑ کے ساتھ ثقلین کی صورت میں پیغمبر اسلام □چھوڑ کر گئے اس میں جس تفصیل اور تاکید سے نماز کا تذکرہ موجود ہے وہ نماز کی اہمیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے ۔قرآن مجید میں ''اَقِیمُوا الصَّلوٰۃ'' کی تکرار سے عظمت

نماز کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آغاز قرآن میں سورۂ مبارکہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں جہاں قرآن کے شک وتردید سے پاک ہونے کا تذکرہ ہے وہیں پر قرآن کے کتاب ہدایت ہونے کا ذکر بھی ہے لیکن اس کی ہدایت سے بہرہ مند ہونے کے لئے جن اہم ترین شرائط کا ذکر ہے ان میں ایک اہم اور بنیادی شرط نماز کا قیام ہے وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوۃَ قرآن ان لوگوں کے لئے کتاب ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ سرکار سید الشہداءؑ نے بعد شہادت نوک نیزہ سے جس کی تلاوت کرکے اس کی عظمت کا اعلان کیا اس قرآن سے ہدایت اور اس سے وابستگی نماز کے بغیر میسر نہیں ہے۔

قرآن مجید نے پیغمبر اسلامؐ کو اخلاص عمل کا اعلان کرنے کا جو پیغام دیا اس میں بھی سب سے پہلے نماز کا تذکرہ ہوا: '' قُل اِنَّ صَلاتِی وَ نُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالمین ''۹؎ ''اے میرے حبیب کہہ دیجئے کہ میری نماز ، میری قربانی ، میری حیات اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

جناب عیسیٰؑ نے اپنے سلسلے میں جب خدا کی نصیحتوں کا تذکرہ کیا تو اہم ترین نصیحت نماز اورزکوٰۃ کی وصیت کو قرار دیا ''وَ اَوصَانِی بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکوٰۃِ مَا دُمتُ حَیّاً'' ۱۰؎ ''خدا نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت فرمائی جب تک میں زندہ رہوں''۔

اٹھارہویں پارے کے آغاز میں سورۂ مومنون کا آغاز مومنین کے صفات کے تذکرہ اور ان کی کامیابی کے ذکر سے کیا جس میں کامیاب مومنین کی پہلی صفت نماز میں خشوع کو قرار دیا ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِی صَلاتِهِم خَاشِعُون ''۱۱؎ بے شک مومنین کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔

دنیا میں بھلا وہ کون انسان ہے جو کامیابی نہ چاہے۔ صاحبان ایمان کی کامیابی کا پہلا اور اہم ترین زینہ نماز اور اس میں خشوع ہے۔ کربلا والوں کی ایک اہم خصوصیت کامیابی ہے۔ شہداء کربلا کی زیارت میں ہم پڑھتے ہیں: فُزتُم وَاللّٰہِ فَوزاً عَظِیماً ''خدا کی قسم تم سب عظیم کامیابی کے حامل ہو۔ اگر واقعہ کربلا کی تفصیل کا جائزہ لیا جائے تو شاید اس کامیابی کا معیار قرآن کی رو سے معین کامیابی کا معیار بھی نظر آئے۔ قرآن مجید میں نماز اور اس میں خشوع کو کامیابی کا معیار قرار دیا گیا ہے تو کربلا والوں نے بھی آخر وقت تک کامیابی کے اس معیار کو کلیجے سے لگائے رکھا۔

شب عاشور عبادت اور نماز کی مہلت، پوری رات خیام حسینی سے تسبیح وعبادت کی آوازیں، نماز صبح کے وقت اذان اور نماز جماعت کا قیام، جماعت کی حالت میں ہی نصف سے زیادہ سپاہ حسینی کا شہید ہو جانا اس کے باوجود ظہر کے وقت نماز کو یاد کرنا، ظہر کی نماز باجماعت قائم کرنا، سنسناتے ہوئے تیروں کے سامنے نماز جماعت کا قیام اور سعیدؓ ابن عبد اللہ اور زہیرؓ ابن قین جیسے باوفا جان نثاروں کا نماز جماعت کے لئے قربان ہو جانا، اور بقیہ تمام جانثاروں کا کربلا کے برستے ہوئے تیروں میں نماز جماعت قائم کرنا قرآنی معیار کے مطابق ان کی کامیابی کا اہم ترین راز ہے لہٰذا زیارت کے آخری فقرات میں اگر کربلا والوں کی طرح ''یَالَیتَنِی کُنتُ مَعَکُم فَافُوزَ مَعَکُم'' کہہ کر کامیابی کی تمنا کرنا ہے تو کامیابی کے اس معیار کو کلیجے سے لگائے رکھنا پڑے گا ایسی عظیم کامیابی تو نماز کی پابندی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

عزائے شہیدان کربلا واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کا سبب ہے تو نماز کا قیام مقصد کربلا کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ان دونوں باتوں سے مکمل کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نماز سے روگردانی اور اس کو کسی صورت بھی ہلکا ثابت کرنا کسی بھی طرح کربلا جیسی کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتا ہے ایسا کرنے والے بے دین افراد کربلا کے نام پر شیطانی مشن کو آگے بڑھانے کا ذریعہ ہیں تاکہ انسان معیار کامیابی چھوڑ کر فقط اس کے ظاہری ذرائع میں اُلجھا رہے اوراس طرح آخرت میں ناکامی کے ساتھ جنت سے محروم ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ بنی عباس نے واقعہ کربلا سے وابستگی کے اعلان کے ساتھ قیام کیا۔ واقعہ کربلا کی عزاداری کو علامت قرار دیتے ہوئے سیاہ لباس اختیار کیا لیکن اصل میں روح کربلا سے دشمنی میں بنی امیہ سے آگے نکل گئے اور دین کی حمایت کرنے والے ائمہ معصومینؑ اور ان کے چاہنے والوں کو جس طرح آزار و اذیت کا نشانہ بنایا گیا اس کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف واقعہ کربلا کی یاد اور اس سے وابستگی جنتی بنا سکتی ہے۔

امام حسینؑ کے نام پر قیام کرنے والوں کے دربار کا اگر جائزہ لیا جائے تو یزیدی دربار جیسا ماحول نظر آئے گا۔ کیا ایسے افراد کو کربلائی یا جنتی کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کربلائی اور حسینی ہونے کے لئے مقصد کربلا اور سیرت شہداء کربلا سے ہماہنگی ضروری ہے اس کے بغیر کربلائی ہونے کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کربلا کے پورے واقعے میں جس طرح دیگر پیغامات دین کی زندگی مقصود ہے اسی طرح دین کے اہم ترین ستون یعنی نماز کی بھی شاید اسی لئے بار بار نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔مشہور ایرانی قلمکار جواد محدثی تحریر کرتے ہیں ''امام حسینؑ کا قیام دین الٰہی کو ہر جہت اور ہر رخ سے زندہ کرنا تھا'' دین الٰہی کا ایک اہم ترین مظاہرہ نماز ہے انسانی زندگی کا حقیقی، اصلی اور معنوی پہلواس کا عبادت گذار ہونا ہے ،نماز انسان کی معنوی زندگی کا اہم ترین اور نمایاں ترین پہلو ہے۔ نماز انسانی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے اسی لئے اسے اسلام میں خاص اہمیت دی گئی ہے اور امام حسینؑ نے بھی کربلا کے قیام میں نماز کو خاص اہمیت دی ہے ،آپ فرماتے ہیں: **لَعلّنا نُصَلّی لِرَبنا اللّیلةَ وَنَدْعُوہ وَنَسْتَغفِرہ فَھُوَ یَعلم اِنّی کُنتُ اَحبُ الصَّلوٰۃَ له وَتِلَاوَۃَ کِتَابِہ وَکَثرۃ الدُّعَاء وَالاَسْتَغفَار۔**

امام حسینؑ نے اپنے بھائی جناب عباسؑ کو دشمن سے ایک رات کی مہلت لینے کے لئے بھیجتے وقت فرمایا بھیا! اس لشکر سے کہہ دو کہ لڑائی کل تک ٹال دے تاکہ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھ سکیں اس سے دعاء ومناجات کریں اس سے استغفار کریں۔ میرا پروردگار جانتا ہے کہ مجھے نماز تلاوت قرآن مجید اور کثرت سے دعا و استغفار بہت پسند ہے۔

شہداء کربلا میں جیسا کہ ذکر ہوا سعید بن عبد اللہ اور زہیر ابن قین دونوں حضرات نے اس لئے آگے بڑھ کر اپنے سینوں پر تیر روکے تاکہ نماز اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ قائم ہوسکے اور عصر عاشور تاریخ انسانیت کا منفرد سجدہ بھی جہاں ایثار وقربانی کی انوکھی مثال ہے وہیں اپنے مالک کی عبادت وبندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ بھی ہے۔امام حسینؑ کا سجدہ آخر ہر حسینی کو آواز دے رہا ہے کہ زندگی میں مشکلات چاہے جتنی بڑھ جائیں زخموں سے چور خنجر تلے اس تشنہ کام کی مصیبتوں سے زیادہ ہرگز نہیں ہوسکتیں لہٰذا اگر حسینی ہو امام حسینؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسے شدید حالات میں بھی نماز سے غافل نہ ہونا اگر حسینی بننا ہے تو اپنی زبان سے زیادہ اپنے عمل سے ثابت کرنا تمہاری عبادتیں، نمازیں اور خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا و مناجات اس بات کی دلیل ہو کہ تم واقعی حسینی ہو۔

واقعہ کربلا کے بعد کے حالات میں بھی نماز کی پابندی اور اس کی عظمت کا اعلان جابجانظر آتاہے۔ اپنی بہن سے امام حسینؑ کی وہ مخلصانہ خواہش آج بھی زبان زد ہے ''**اُختِیِنی لاَتنسانِی فِی صَلاَۃِ الّلیل**'' میری بہن مجھے نماز شب میں نہ بھولنا۔امام کی خواہش جناب زینبؑ کی بندگی

پروردگار پر اعتماد کی اہم ترین دلیل ہے۔ جناب زینبؑ نے بھی راہ کوفہ و شام سے لے کر زندان شام میں امام حسینؑ کے اس حسن اعتماد کو سچا ثابت کرتے ہوئے ہر جگہ نماز کی پابندی کی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جب زندان شام میں جناب زینبؑ میں اتنی طاقت نہ رہی کہ آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کی۔ امامؑ چہارم نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے بیان فرمایا کہ لشکر یزید کی طرف سے کھانا اور پانی اتنا کم آتا ہے کہ اسے میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو کھلا دیتی ہوں اور اب جسم میں اتنی طاقت نہیں رہ گئی ہے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکوں لہٰذا بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہوں۔ کیا ایسے نماز کے پابند افراد سے محبت اور عقیدت بغیر نماز کی پابندی کے ممکن ہے؟ خود امام زین العابدینؑ نے جن کا لقب مبارک ہی زین العابدینؑ اور سید الساجدینؑ ہے شدید بیماری کے باوجود اسیری کی ہولناک منزلوں میں عبادت الٰہی اور نماز کے لئے اہم مثال قائم کردی۔ شام غریباں کے بھیانک سناٹے میں پوری رات سجدۂ الٰہی میں گذار دینا کربلا کے اس عظیم سورما کا ہی کارنامہ ہے جو ہر کربلائی کو عبادت پروردگار کی طرف رغبت دلانے کے لئے کافی ہے۔ ایسے نمازیوں سے محبت اور ان کی مصیبتوں پر آنسو بہانے والے کیا کسی صورت بھی نماز سے غافل ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں جس طرح کربلا میں ہر آن نماز کی پابندی اور اس کی عظمت کا اعلان نظر آتا ہے اسی طرح ہر کربلائی کی بھی ذمہ داری ہے کہ نماز کی عظمت کا اعلان اور اس کی پابندی کرے تاکہ اس کی زبان کی یہ تمنا سچی ثابت ہو جائے۔ اے کاش ہم کربلا میں ہوتے تو کربلا والوں کے ساتھ عظیم کامیابی حاصل کرتے۔ کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفے سے شام تک یزیدیت مختلف حربوں سے حسینیت کے آزاد ضمیر پر حملہ کرتی رہی لیکن ادھر سے بھی اس کا منہ توڑ جواب یزیدیت کی رسوائی کا سامان فراہم کرتا رہا اور آخرکار حسینیت کی آزادی اور آزادضمیری کے سامنے یزیدیت کو اسیر ہونا پڑا۔ قصر یزید میں حسینیت کی آزادی کا اعلان ہوا اور یزیدیت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قید ہو کر رہ گئی۔

حوالے:

۱۔زیارت شہدائے کربلا

۲۔لہوف،ص۸۹

۳۔مثیر الاحزان،ص ۳۴

۴۔بحار الانوار،ج ۴۵،ص۵۱

۵۔امالی شیخ صدوقؒ،ص ۱۶۲
۶۔مناقب ابن شہر آشوب،ج ۱،ص ۶۸
۷۔الارشاد،۲،ص ۹۷
۸۔وسائل الشیعہ ،ج ۴،ص ۲۷
۹۔سورۂ انعام،آیت ۱۶۲
۱۰۔سورۂ مریم،آیت ۳۱
۱۱۔سورۂ مومنون،آیت ۱تا ۲

]ب[